قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 11 اگست 2020ء | 21 ذوالحجہ 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 189

فرمانِ رسول ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كُنْ وَرِعًا تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَكُنْ قَنِعًا تَكُنْ أَشْكَرَ النَّاسِ وَأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَأَحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَأَقِلَّ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ الْقَلْبَ».

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ! پرہیز گار بنو تم سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے اور قانع بنو تم سب لوگوں سے زیادہ شکر گزار ہوجاؤ گے اور لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تم مومن ہو جاؤ گے اور جو تمہارا پڑوسی ہے اس سے اچھی ہمسائیگی کرو تم مسلم ہوجاؤ گے اور کم ہنسو کیونکہ ہنسنے کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

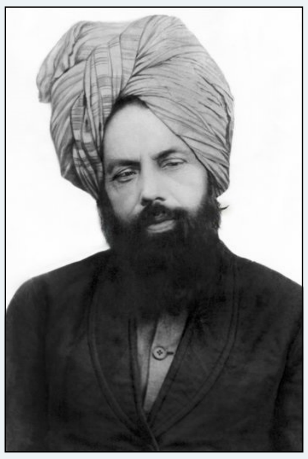

تقویٰ کی بابت نصیحت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لیے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے، کیونکہ یہ بات عقل مند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ۔ (النحل ۱۲۹)

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسا ہی روبہ دنیا میں تھے، ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دکھ نہ اٹھایا جاوے بیمار اچھا نہیں ہوسکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 7)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ

(سورہ النحل: 129)

ترجمہ: یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

فرمان خلیفہ وقت

دنیا کا امن برباد ہونے کی ایک بڑی وجہ

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

دنیا کے معاملات میں بھی ایک متقی کو اللہ تعالیٰ کی معیت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ لیکن اس مادّی دنیا کے علاوہ خدا تعالیٰ پر یقین رکھنے والے، اُس پر کامل ایمان رکھنے والے شخص کی ایک روحانی دنیا بھی ہے جس کے فائدے، جس کی لذات دنیا والوں کو نظر نہیں آتیں اور نہ آسکتی ہیں۔ ان لوگوں کی سوچ بہت بلند ہوتی ہے جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں۔ وہ اس دنیا سے آگے جا کر بھی سوچتے ہیں۔ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کامل ایمان اور یقین ہوتا ہے۔ جب دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہیں تو قبولیت کے نشان دیکھتے ہیں۔ اس زمانے میں خدا تعالیٰ سے سچا تعلق جوڑنے کے یہ طریق اور اسلوب ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھائے۔ بہت سے احمدی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے سچے تعلق کی وجہ سے خواب، رؤیا، کشف وغیرہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ اُنہیں بتاتا ہے کہ اس طرح ہو گا اور اُس طرح بالکل ویسے ہو جاتا ہے۔ پھر اس معیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد کی زندگی کے انعامات کے جو وعدے فرمائے ہیں وہ بھی پورے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تقویٰ پر قائم رہے تو اس دنیا کے انعامات بھی حاصل کرو گے اور اخروی زندگی کے بھی۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ متقی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جب کوئی عمل کرتا ہے تو دنیا و آخرت کی حسنات اُسے ملتی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اعمالِ صالحہ بجا لانے والے متقی ہیں۔ یہ ایک بہت ضروری چیز ہے کہ ایسے نیک اعمال بجالانے والے، صالح اعمال بجالانے والے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انہیں بجالاتے ہیں وہی ہیں جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں۔ کئی دوسرے لوگ بھی ہیں جو نیکیاں کر جاتے ہیں، نیک عمل کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی خاطر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متقی کی جو تعریف بیان فرمائی ہے اس کے مطابق ہر بڑے اور چھوٹے گناہ سے

بقیہ صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

- اخلاق مسیح کی ایک جھلک
- کہیں ہم اپنے مردہ بھائی کا گوشت تو نہیں کھا رہے؟
- میرے بچپن کے دن
- حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ

دربارِ خلافت

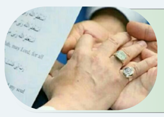

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نصیحت فرمائی:۔

جماعت احمدیہ میں شادی کا طریق

حالانکہ غیروں کو جب ہم اپنی شادیوں پر بلاتے ہیں تو ان کی اکثریت جو ہے وہ ہماری شادی کے طریق کو پسند کرتی ہے کہ تلاوت کرتے ہیں، دعائیہ اشعار پڑھتے ہیں، دعا کرتے ہیں اور بچی کو رخصت کرتے ہیں۔ اور یہی طریق ہے جس سے اس جوڑے کے ہمیشہ پیار محبت سے رہنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننے کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں اور اس کی آئندہ نسل کے لئے اولاد کے لئے بھی نیک صالح ہونے کی دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ہاں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ لڑکی کی شادی کے وقت دعائیہ اشعار کے ساتھ خوشی کے اظہار کے لئے شریفانہ قسم کے دوسرے شعر بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور یہ ہر علاقے کے رسم و رواج کے مطابق جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انصار پسند کرتے ہیں تو یہ نہیں فرمایا کہ ضرور ہونا چاہئے بلکہ فرمایا کہ انصار پسند کرتے ہیں۔ یہ خاص خاص لوگ ہیں جو پسند ہیں اور اس میں کیونکہ کوئی شرک کا اور دین سے ہٹنے کا اور کسی بدعت کا پہلو نہیں تھا اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح کرنا چاہئے کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہر ایک، ہر قبیلہ، ضرور دف بجایا کرے اور یہ ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے رواج کے مطابق ایسے رواج جو دین میں خرابیاں پیدا کرنے والے نہ ہوں ان کے مطابق خوشی کا اظہار کر لیا کرو یہ ہلکی پھلکی تفریح بھی ہے اور اس کے کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ لیکن ایسی حرکتیں جن سے شرک پھیلنے کا خطرہ ہو، دین میں بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہو اس کی بہرحال اجازت نہیں دی جا سکتی۔ شادی بیاہ کی رسم جو ہے یہ بھی ایک دین ہی ہے جبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم شادی کرنے کی سوچو تو ہر چیز پر فوقیت اس لڑکی کو دو، اس رشتے کو دو، جس میں دین زیادہ ہو۔ اس لئے یہ کہنا کہ شادی بیاہ صرف خوشی کا اظہار ہے خوشی ہے اور اپنا ذاتی ہمارا فعل ہے۔ یہ غلط ہے۔ یہ ٹھیک ہے جیسا کہ پہلے بھی مَیں کہہ آیا ہوں اسلام نے یہ نہیں کہا کہ تارک الدنیا ہو جاؤ اور بالکل ایک طرف لگ جاؤ۔ لیکن اسلام یہ بھی نہیں کہتا کہ دنیا میں اتنے کھوئے جاؤ کہ دین کا ہوش ہی نہ رہے۔ اگر شادی بیاہ صرف شور وغل اور رونق اور گانا بجانا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ شروع ہو کر اور پھر تقویٰ اختیار کرنے کی طرف اتنی توجہ دلائی ہے کہ توجہ نہ دلاتے۔ بلکہ شادی کی ہر نصیحت اور ہر ہدایت کی بنیاد ہی تقویٰ پر ہے۔ پس اسلام نے اعتدال کے اندر رہتے ہوئے جن جائز باتوں کی اجازت دی ہے اُن کے اندر ہی رہنا چاہئے اور اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے کہ دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک مومن کے لئے ایک ایسے انسان کے لئے جو (مومن) ہونے کا دعویٰ کرتا ہے شادی نیکی پھیلانے، نیکیوں پر عمل کرنے اور نیک نسل چلانے کے لئے کرنی چاہئے۔ اور یہی بات شادی کرنے والے جوڑے کے والدین، عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی یاد رکھنی چاہئے۔ ان کے ذہنوں میں بھی یہ بات ہونی چاہئے کہ یہ شادی ان مقاصد کے لئے ہے نہ کہ صرف نفسانی اغراض اور لہو ولعب کے لئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 نومبر 2005ء) (الفضل انٹرنیشنل 16تا22دسمبر 2005ء)

آج کی دعا

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

(سورۃ البقرۃ آیت251)

ترجمہ: ’’اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر‘‘۔

یہ قرآن مجید کی ثابت قدمی اور کافروں پر مدد پانے اور ظلم اور تکلیف سے بچنے کی جامع دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو موجودہ حالات کے پیشِ نظر متعدد بار اس دعا کے پڑھنے کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اپنے آگے صبر واستقامت دکھاتے ہوئے جھکائے رکھے، اور دعائیں کرنے میں نہ کبھی ہم تھکیں، نہ ماندہ ہوں۔ کبھی صبر کا دامن ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ صبر کا مطلب ہی یہی ہے کہ استقلال سے دعائیں کرتے چلے جانا، اور جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ان سے کبھی پیچھے نہ ہٹنا۔ اللہ تعالیٰ سے بھی یہ دعا کریں کہ کہ وہ ہماری دعاؤں، ہماری عبادتوں میں ترقی عطا فرمائے۔ ہماری عبادتوں میں اپنی محبت ڈال دے۔ جب یہ معیار ہم حاصل کرینگے تو ہم دیکھیں گے کہ مخالفین کی عارضی خوشیاں جلد حسرتوں میں بدل جائینگی۔ انشاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو انشاء اللہ ضرور پورا ہو گا آخر میں ایک قرآنی دعا پڑھتا ہوں۔۔۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ‘‘۔ (خطبہ جمعہ 30 دسمبر 2010)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

یادِ ایام کہ تھے ہند پہ اندھیر کے سال

(کلام محمود۔ اخبار بدر 5۔14جون 1906ء)

روزِ روشن میں لُٹا کرتے تھے لوگوں کے مال
دل میں اللہ کا تھا خوف نہ حاکم کا خیال
ہر طرف شور و فغاں کی ہی صدا آتی تھی
سخت سے سخت دلوں کو بھی جو تڑپاتی تھی
رحم کرنا تو کجا ظلم ہوا تھا پیشہ
لوگ بھولے تھے کہ ہے نام مروت کس کا
چار سُو ملک میں تھا ہورہا شور و غوغا
بلکہ سچ ہے کہ وہ نمونہ قیامت کا تھا
کبھی آتا نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام
دل سے تھا محو ہوا مہر و محبت کا نام
سلطنت میں بھی تزلزل کے نمایاں تھے نشاں
صاف ظاہر تھا کہ ہے چند دنوں کی مہماں
قاضی و مفتی بھی کھو بیٹھے تھے اپنا ایماں
رحم و انصاف کے وہ نام سے بھی تھے انجاں
ایسے لوگوں سے تھا انصاف کا پانا معلوم
خیال انصاف کا تھا جن کے دلوں سے معدوم
افسر فوج لڑائی کے فنوں میں چوپٹ
منہ سے جو بات نکل جائے پھر اس پر تھی ہٹ
رہتی آپس میں بھی ہر وقت تھی ان کی کھٹ پٹ
تھے وہ بتلاتے ہر اک دوسرے کو ڈانٹ ڈپٹ
پر کوئی موقع لڑائی کا جو آجاتا تھا
ہر کوئی صاف وہاں آنکھیں چرا جاتا تھا
سلطنت کچھ تو انہی باتوں سے بے جان ہوئی
کچھ لٹیروں نے غضب کردیا آفت ڈھائی
اک طرف مرہٹوں کی فوج ہے لڑنے کو کھڑی
دوسری جا پہ ہے سکھوں نے بھی شورش کر دی
چاروں اطراف میں پھیلا تھا غرض اندھیرا
لشکرِ یاس نے ہر سمت سے تھا آگھیرا
لڑتے بھڑتے رہیں آپس میں امیر اور وزیر

تبرکات

اخلاق مسیح کی ایک جھلک

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ)

مجھے معلوم ہوا ہے کہ خلافت جوبلی کے موقع پر ادارۂ الحکم بھی الفضل کی طرح ایک خاص نمبر شائع کر رہا ہے اور ایڈیٹر صاحب الحکم نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں بھی اس خاص نمبر کے لئے ایک مضمون لکھوں اور ایڈیٹر صاحب کے علاوہ اس اخبار کے بانی ہمارے مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے بھی مجھے ایک خط کے ذریعہ تحریک فرمائی ہے۔ افسوس ہے کہ میں اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ کی تصنیف کی مصروفیت کی وجہ سے اس وقت کوئی علیحدہ مضمون نہیں لکھ سکتا مگر ان اصحاب کی خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلہ احمدیہ کے مسودہ سے ایک چھوٹا سا حصہ ان کی خدمت میں نقل کر کے بھجوا رہا ہوں تا کہ مجھے اس مبارک تقریب میں شرکت کا ثواب حاصل ہو جاوے۔

جہاں تک اُن اخلاق کا سوال ہے جو دین اور ایمان سے تعلق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دو خلق خاص طور پر نمایاں نظر آتے تھے۔

اول۔ اپنے خدادا مشن پر کامل یقین

دوسرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے نظیر عشق و محبت۔

یہ دو اوصاف آپ کے اندر اس کمال کو پہنچے ہوئے تھے کہ آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون میں ایک پرزور جلوہ نظر آتا تھا۔ بسا اوقات اپنے خداداد مشن اور الہامات کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دنیا کی کسی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ علم ہوسکتا ہے۔ اور بعض اوقات ان پیشگوئیوں کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں اس لئے وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔ اگر وہ پوری نہ ہوں تو مجھے مفتری قرار دے کر برسرعام پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے تا کہ میرا وجود دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔ اپنے الہام کے قطعی ہونے کے متعلق اپنی ایک فارسی نظم میں فرماتے ہیں

آں یقینے کہ بود عیسٰی را
بر کلامے کہ شد برو القا
واں یقینِ کلیم بر تورات
واں یقینِ ہائے سیّد السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

یعنی جو یقین کہ حضرت عیسیٰ کو اس کلام کے متعلق تھا جو ان پر نازل ہوا اور جو یقین کہ حضرت موسیٰ کو تورات کے متعلق تھا۔ اور جو یقین کہ نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر نازل ہونے والے کلام کے متعلق تھا۔ میں یقین کی رو سے ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں اور جو شخص جھوٹا دعویٰ کرتا ہے وہ لعنتی ہے۔

ایک اور جگہ اپنے منثور کلام میں فرماتے ہیں۔

’’یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔ اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے۔ اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کرسکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کرسکتا جو خداتعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے۔ اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر‘‘۔

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 412)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت و عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمد است

یعنی میرے جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خداداد پر قربان ہیں اور میں آپ کے آل و عیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔ میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سنا ہے کہ ہر کون و مکان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جمال کی ندا آ رہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود برہِ دین مصطفےٰؐ
ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

یعنی خدا سے اتر کر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی شراب میں متوالا ہو رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات کفر میں داخل ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے رستے میں قربان ہو جائے۔ خدا کرے مجھے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔

پھر فرماتے ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت محض کاغذی یا نمائشی محبت نہ تھی بلکہ آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون میں اس کی ایک زندہ اور زبردست جھلک نظر آتی تھی۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام کے حالات میں جس واقعہ کا ذکر اس رسالہ میں اوپر گزر چکا ہے وہ اس محبت کی ایک عام اور دلچسپ مثال ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ نہایت درجہ وسیع القلب اور ملنسار تھے اور ہر دوست و دشمن کو انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ ملتے تھے۔ جب پنڈت لیکھرام نے آپ کے آقا اور محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت بدزبانی سے کام لیا

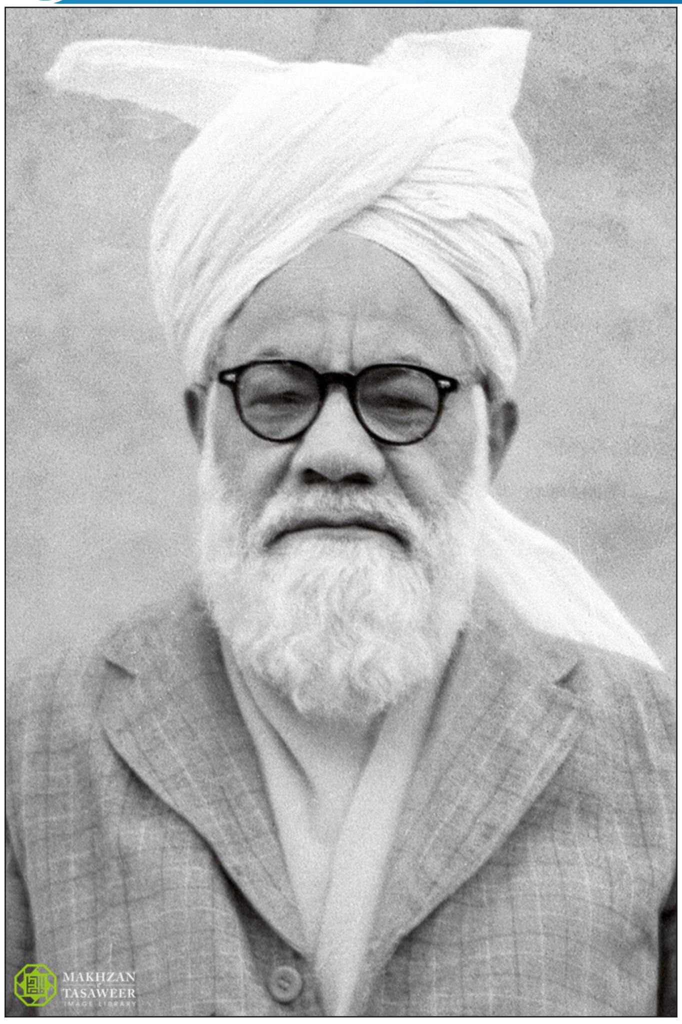

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تو آپ نے پنڈت صاحب کا سلام تک قبول نہ کیا اور دوسری طرف منہ پھیر کر خاموش ہو گئے اور جب کسی ساتھی نے دوبارہ توجہ دلائی تو غیرت اور غصہ کے الفاظ میں فرمایا کہ

’’ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے‘‘۔

بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے مگر اس سے عشق و محبت کے اس اتھاہ سمندر پر بے انتہا روشنی پڑتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کے دل میں موجزن تھا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ روایت بھی چھپ کر شائع ہو چکی ہے کہ ایک دفعہ آپ علیحدگی میں ٹہلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر تلاوت فرما رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جا رہے تھے کہ

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِىْ فَعَمِىَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ پس تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہوگئی ہے۔ سو اب تیرے بعد جس شخص پر چاہے موت آجاوے مگر مجھے اس کی پروا نہیں۔ کیونکہ مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب آپ کے مخلص رفیق نے آپ کو اس رقت کی حالت میں دیکھا تو گھبرا کر پوچھا کہ ’’حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟‘‘ آپ نے فرمایا۔ ’’کچھ نہیں۔ میں اس وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا‘‘۔

(سیرت المہدی)

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپ دوسرے بزرگوں کی محبت سے خالی تھے بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپ کے دل میں دوسرے پاک نفس بزرگوں کی محبت کو بھی ایک خاص جلا دے دی تھی اور آپ کسی بزرگ کی ہتک گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کی ایک مجلس میں یہ ذکر فرما رہے تھے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت ضروری

ہے اور امام کے پیچھے بھی پڑھنی چاہئے۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ 'حضور! سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟'' آپ نے فوراً فرمایا 'نہیں نہیں۔ ہم ایسا نہیں کہتے۔ کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیر التعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے رہے ہیں کہ سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ ان بزرگوں کی نماز نہیں ہوئی''۔

اسی طرح آپ کو غیر مسلم قوموں کے بزرگوں کی عزت کا بھی بہت خیال تھا اور ہر قوم کے تسلیم شدہ مذہبی بزرگوں کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بلکہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے نام کو عزت کے ساتھ دنیا میں قائم کر دیتا ہے تو لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں میں اس کی بزرگی کا خیال بٹھا دیتا ہے اور اس کے سلسلہ کو استقلال اور دوام حاصل ہو جاتا ہے تو ایسا شخص جسے اس قدر قبولیت حاصل ہو جاوے جھوٹا نہیں ہوسکتا اور ہر انسان کا فرض ہے کہ سچوں کی طرح اس کی عزت کرے اور کسی رنگ میں اس کی ہتک کا مرتکب نہ ہو۔ اس معاملہ میں خود اپنے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم
ہمچو خاکے افتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریق حق نمود
جان ما قرباں براں حق پرورے

یعنی میں ان تمام رسولوں کا خادم ہوں جو خدا کی طرف سے آتے رہے ہیں اور میرا نفس ان پاک روحوں کے دروازے پر خاک کی طرح پڑا ہے۔ ہر رسول جو خدا کا رستہ دکھانے کے لئے آیا ہے (خواہ وہ کسی زمانہ اور کسی ملک میں آیا ہو) میری جان اس خادم دین پر قربان ہے۔

(محررہ 16 دسمبر 1939ء)

(الحکم جوبلی نمبر 1939ء)

بقیہ: حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ ...... از صفحہ 8

تو حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو کیا تنخواہ دی جایا کرے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے دو روپے کافی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں رپورٹ پیش کی تو حضور اقدسؑ نے فرمایا ''دو روپے تو کم ہیں انہیں کہ تین روپے لے لیا کریں''۔

چونکہ آمدنی قلیل تھی اس لئے گھر میں بہت تنگی رہتی تھی لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت نیک وفادار اور پاک بیوی عطا فرمائی تھی۔ آپ ملازمت کے علاوہ متفرق کام مثلاً دھوپ گھڑی وغیرہ بھی بناتے پھر بھی آمدنی بہت کم ہوتی لیکن آپ کی بیوی کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتی اور نہ آپ نے لدھیانہ چھوڑنے کے متعلق کبھی اظہار افسوس کیا۔ بلکہ آپ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کرتیں۔

آپ کو (یعنی پیر صاحب) کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق تھا چونکہ آپ کی طبیعت میں حیا اور حجاب بہت تھا اس لئے جب کبھی آپ کی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (یعنی حضرت مصلح الموعودؓ) سے ملاقات ہوتی تو آپ گھر میں بڑے ذوق و شوق سے سناتے اور بار بار ذکر کرتے۔

آپ کی محبت کا اندازہ آپ کی مندرجہ ذیل تحریر سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ خط آپ نے اپنے ایک عزیز کو لکھا جب کہ وہ آپ کو بار بار ہجرت کے بعد لاہور سے سندھ آنے کے لئے خط لکھ رہا تھا:

''پیارے برخوردار جب مجھے دنیا میں ہوش آئی اپنے باپ سے محبت کرتا تھا یہاں تک جب بیس برس کا ہوا تو باپ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ پھر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت ہوگئی یہاں تک کہ حضورؑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پھر مولوی صاحب خلیفہ اوّلؓ سے محبت ہوگئی یہاں تک کہ حضورؓ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے بعد پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے الفت ہوگئی۔ نہ باپ سے جدا ہوا نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جدا ہوا نہ حضرت مولوی صاحب سے......حضورؓ قادیان میں تھے تو قادیان رہا پھر حضورؓ لاہور آ گئے تو اللہ تعالیٰ لاہور لے آیا۔ اب ظاہر ہے میں تو خلیل احمد کے پاس رہتا ہوں مگر دل سے حضورؓ کے پاس ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر حضورؓ چنیوٹ گئے تو چنیوٹ، اگر اور کسی طرف کا حضورؓ ارادہ کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ساتھ لے جائے اور ساتھ رکھے۔ آمین ثم آمین''

حقیقت میں آپ فنافی اللہ ہو چکے تھے۔ مجھے اپنی تمام زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا یاد نہیں کہ اُس کے متعلق آپ کو فکر ہوئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی طاقت آپ کی ہر وقت نگرانی کرتی اور آپ کی زندگی کے ہر پہلو میں دخل دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مستجاب الدعوات بنایا تھا۔ اور میں دیکھتا تھا کہ اکثر آپ کو قبولیت کے متعلق بوقت دعا ہی پتا لگ جاتا تھا۔

آپ نے ایک دفعہ مکان بنانے کے لئے حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاھا سے زمین لی۔ اور راج وغیرہ کو پیسے بھی دے دئے۔ اور حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاھا نے اس چیز کا ذکر حضرت اقدسؑ سے کیا تو حضورؑ نے فرمایا ''باہر فصیل پر یہ ہمارے مکان جو پڑے ہیں ان میں کون رہے گا'' اور مکان بنوانا بند کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نہ آپ نے زمین خریدی نہ مکان اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تا عمر مہمان بنا کر رکھا۔

قادیان سے ہجرت کے وقت آپ وہاں سے نکلنے کے لئے بالکل راضی نہ تھے۔ اسی طرح آپ کے چھوٹے بھائی حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ بھی راضی نہ تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت آپ پر ظاہر فرمائی تو آپ لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور آپ رتن باغ میں چند دن اپنے چھوٹے بھائی، کچھ عرصہ اپنی لڑکی سلیمہ بیگم کے پاس اور اس کے بعد اپنے لڑکے پیر خلیل احمد کے پاس چلے گئے اور پھر آپ ربوہ تشریف لے گئے۔

آپ اپنے بچوں کی تربیت ہمیشہ پیار محبت سے کرتے۔ بچوں کو مار کر کسی چیز کے سمجھانے کے آپ قائل نہ تھے۔ آپ کی تربیت کا طریق تھا کہ آپ نے اگر بچے کو یہ سمجھانا ہو کہ خلیفہ وقت کی اطاعت ضروری ہے تو صرف یہی نہیں فرماتے کہ اطاعت ضروری ہے بلکہ پہلے اس کو آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام کے واقعات آسان اور دل نشین پیرایہ میں بیان کرتے اور جب بچے کے دل میں بیان کردہ واقعات کی قدر خوب جم جاتی تو آپ اس سے پوچھتے کہ اگر تم بھی اس وقت ہوتے تو کیا کرتے۔ بچہ فوراً جواب دیتا کہ میں بھی اس طرح کرتا۔ اس پر آپ فرماتے اس چیز کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ اسی طرح حضرت صاحب کے حکموں پر عمل کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو اور کہے کہ اگر میں اس کو اس زمانہ میں پیدا کرتا تو یہ بھی ویسا ہی کرتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بچے کی تربیت بچپن سے ہی کرنی چاہیے۔

اس ضمن میں مجھے اپنے لڑکے عبدالسبحان کا واقعہ یاد آیا کہ اس کو جب بھی کوئی چیز دی جاتی یا لی جاتی تو کہتے کہ اللہ میاں نے دی ہے۔ دسمبر 1950ء میں میرا دوسرا لڑکا عبدالمنان فوت ہو گیا تو عبدالسبحان (جس کی عمر چار سال تھی) سے جو بھی پوچھتا کہ کاکا کہاں ہے تو وہ کہتا ''اللہ میاں نے لیا تھا اللہ میاں نے مانگا ہم نے دے دیا''۔

لدھیانہ چھوڑنے کے بعد آپ کی آمد اگرچہ ہمیشہ قلیل ہی رہی لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ توکل کا مقام عطا فرمایا تھا اور آپ کے ذاتی اخراجات بہت کم تھے۔ سادہ خوراک سادہ لباس تھا۔ تاہم آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ کسی سے مانگیں گے نہیں بلکہ دوسروں کو دیں گے اور ہمیشہ ہی آپ کی آمدنی آپ کے ذاتی اخراجات سے زیادہ ہی رہی۔

جب آپ ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو باوجودیکہ آپ کی پنشن حسب قواعد کم منظور ہوئی لیکن جب آپ رخصت فرلوکاٹ کر دفتر میں حاضر ہوئے تو صدر انجمن احمدیہ نے استثنائی طور پر پنشن زیادہ کر دی اور میں نے کبھی آپ کو یہ کہتے نہیں سنا کہ مجھے فلاں کام کرنا ہے لیکن اس کے لئے پیسے نہیں۔

آپ نماز کے بہت پابند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے 12 برس کی عمر سے شروع کر کے آخر عمر تک آپ کی کوئی نماز بھی قضاء نہ ہونے دی۔ نماز کے وقت مقررہ سے دس پندرہ منٹ پہلے ہی مسجد تشریف لے جانا آپ کی عادت بن چکا تھا۔ آپ مسجد تشریف لے جا کر ایک طرف لیٹے رہتے اور ذکر الٰہی کرتے رہتے اور نماز کا انتظار کرتے۔ نماز کا وقت ہو جانے پر خواہ کتنا ضروری کام ہوتا آپ فوراً کام چھوڑ کر مسجد تشریف لے جاتے۔ جوانی میں بھی آپ کو نماز باجماعت کا کتنا خیال تھا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب آپ کی پہلی شادی ہوئی اور بارات جانے کا وقت ہوا تو نماز کا وقت ہو گیا آپ مسجد تشریف لے گئے اور اس خیال سے کہ کوئی رکاوٹ نہ ہو کسی کو بتلایا نہیں۔

آپ کی غیر حاضری سے بعض رشتہ داروں نے خیال کیا کہ شاید آپ کو یہ رشتہ منظور نہیں کیونکہ رشتہ جہاں ہو رہا تھا وہ بہت امیر گھرانہ تھا اور آپ کی طبیعت درویشانہ تھی۔ آخر آپ کو تلاش کروایا گیا تو معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی تھی۔ حج کے لئے آپ کے والد صاحب آپ کو ہمراہ لے گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دعائیہ خط میدان عرفات میں پڑھنے کے لئے دیا تھا (یہ حضرت اقدسؑ کی بعثت سے قبل 1885ء کی بات ہے کیونکہ حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ تو بیعت لینے سے قبل ہی وفات پا گئے تھے)۔ آپ سناتے تھے کہ والد صاحب سامنے کھڑے ہو گئے اور باقی خدام پیچھے لائن میں کھڑے ہو گئے اور والد صاحب خط کو بآواز بلند پڑھتے جاتے اور ہم خدام اس کو دہراتے جاتے۔

آپ کی پہلی شادی 1298 ھ میں ہوئی۔ آپ کی یہ بیوی بہت نیک، بزرگ اور صاحب الہام رویاء و کشوف تھیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت نیک سیرت عطا فرمائی تھی اور بہت وسیع دل کا مالک بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیوی سے آٹھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ ایک لڑکی جس کا نام سعیدہ بیگم تھا مہاجرین میں اوّل المولود تھیں۔ آپ کی اس بیوی کی وفات 29 دسمبر 1916ء کو بمقام قادیان ہوئی۔

11 نومبر 1919ء کو آپ کی دوسری شادی ہوئی۔ یہ بھی بہت نیک اور سیدھی طبیعت کی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے متعلق بشارت دی کہ بڑی نیک ہے اور تیرے برابر درجہ روحانیت دیا گیا ہے۔ اس بیوی سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں عطا فرمائیں۔

تیسری شادی آپ کی 1933ء میں ہوئی۔ اس بیوی سے آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

☆...☆...☆

کہیں ہم اپنے مردہ بھائی کا گوشت تو نہیں کھا رہے؟

(جاوید اقبال ناصر۔مربی سلسلہ جرمنی)

اس عنوان سے ہی ایک انسان کراہت محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔لیکن وہ یہ کام کرتے ہوئے کراہت محسوس نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات بعض لوگ اس کو خوشی سے کرتے ہیں اور کرنا شاید فرض سمجھتے ہیں۔اِس طرح جی بھر کر اپنا پیٹ اپنے مردہ بھائی کے گوشت سے نہ سمجھی میں بھرتے ہیں۔اور ذرہ بھی محسوس نہیں کرتے کہ یہ فعل کر کے وہ کس قدر خدا تعالیٰ اور اُس کی مخلوق سے دور چلے جاتے ہیں۔ وہ گناہ کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں اور اُن کی زبان کس قدر ناپاک ہوتی جاتی ہے۔یہ وہ بیماری ہے جو ہمارے معاشرے میں بعض اور برائیاں لے کر آتی ہے۔ بظاہر بہت چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن اس کے اثرات پورے معاشرے پر ہو رہے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایک فساد برپا ہو رہا ہوتا ہے۔اس گندی اور پلید بیماری کو غیبت کی بیماری کہا جاتا ہے۔یا دوسرا نام چغلی خوری رکھا جاسکتا ہے۔جب کوئی کسی سے ناراض ہوتا ہے اور اُس پر غصہ آرہا ہوتا ہے تو اپنا کلیجہ اور غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے دوسرے بھائی کے عیب زبان پر لے آتا ہے۔اور وہ سمجھتا ہے کہ لو جی ہم نے بھی اپنا بدلہ لے لیا۔یا حفظِ ماتقدم کے طور پر بھی وہ یہ عیب کرتا ہے جس کے ساتھ اُس کی نہیں بنتی۔یا حسد کی آگ مٹانے کے لیے دوسرے کی عزّت کو کم کرنے کے لیے وہ اِس بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ کئی تو محفل کو گرمانے کے لیے اس کا سہارا لیتے ہیں تا کہ لوگ اُس کی طرف متوجہ ہوں۔ کئی لوگ ہر سچی بات کو آگے بتانا فرضِ اوّل سمجھتے ہوئے اپنا فرض اِس طرح پورا کرتے ہیں۔یوں انسان اس خطرناک بیماری کی لپیٹ میں آتا جاتا ہے۔جو کہ معاشرہ اور سوسائٹی کے لیے ناسور ثابت ہوتا ہے۔جس سے گھروں کے گھر بے سکونی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم اِس بیماری کو یوں بیان کرتا ہے فرمایا: لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ۔(سورۃ الحجرات: ۱۳) تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔

اس آیت کی وضاحت میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوں فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں یہ فرمایا کہ غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی، سخت دل سے سخت دل شخص بھی، کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس تصور سے ہی ابکائی آنے لگتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے۔ایک حدیث ہے، قیس روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ چلے جارہے تھے۔آپ کا ایک مردہ خچر کے پاس سے گزر ہوا جس کا پیٹ پھول چکا تھا (مرے ہونے کی وجہ سے پیٹ پھول جاتا ہے، کافی دیر سے پڑا تھا)۔ آپ نے کہا بخدا تم میں سے اگر کوئی یہ مردار پیٹ بھر کر کھالے تو یہ بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان کا گوشت کھائے۔ (یعنی غیبت کرے یا چغلی کرے) تو بعض نازک طبائع ہوتی ہیں۔ اس طرح مرے ہوئے جانور کو، جس کا پیٹ پھول چکا ہو، اس میں سے سخت بدبو آرہی ہو، تعفن پیدا ہو رہا ہو، اس کو بعض طبیعتیں دیکھ بھی نہیں سکتیں، کجا یہ کہ اس کا گوشت کھایا جائے۔لیکن ایسی ہی بظاہر حساس طبیعتیں جو مردہ جانور کو تو نہیں دیکھ سکتیں، اس کی بدبو بھی برداشت نہیں کرسکتیں، قریب سے گزر بھی نہیں سکتیں، لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر غیبت اور چغلیاں اس طرح کر رہے ہوتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں۔تو یہ بڑے خوف کا مقام ہے، ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے، کہ فرمایا اگر اس قسم کی باتیں پہلے کر بھی چکے ہو، تو استغفار کرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے رویّے درست کرو، مَیں یقیناً بہت رحم کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا ہوں۔ مجھ سے بخشش مانگو تو مَیں رحم کرتے ہوئے تمہاری طرف متوجہ ہوں گا۔بعض لوگ غیبت اور چغلی کی گہرائی کا علم نہیں رکھتے۔ ان کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا بات چغلی ہے، غیبت ہے۔بعض اوقات سمجھ نہیں رہے ہوتے کہ یہ چغلی بھی ہے کہ نہیں۔ بعض دفعہ بعض باتوں کو مذاق سمجھا جارہا ہوتا ہے لیکن وہ چغلی اور غیبت کے زمرے میں آتی ہے اس لئے اس کو مَیں تھوڑی سی مزید وضاحت سے کھولتا ہوں۔ علامہ آلوسی وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

’’اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے افراد سے ایسی بات نہ کرے جو وہ اپنے بارہ میں اپنی غیرموجودگی میں کئے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔۔۔اور جو چیز وہ ناپسند کرے اس سے مراد عمومی طور پر یہ ہوگی کہ وہ باتیں اس کے دین کے بارہ میں، یا اس کی دنیا کے بارہ میں کی جائیں، اس کی دنیاوی حالت کے بارہ میں کی جائیں، اس کے مال یعنی امیری غریبی کے بارہ میں کی جائیں۔ یا اس کی شکل وصورت کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے اخلاق کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کی اولاد کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کی بیوی کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے غلاموں اور خادموں کے بارہ میں کی جائیں، یا اس کے لباس کے بارہ میں اور اس کے متعلقات کے بارہ میں ہوں تو یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کے پیچھے کی جائیں تو وہ ناپسند کرتا ہے۔ اب دیکھ لیں کہ اکثر ایسی مجلسوں کا محور یہی باتیں ہوتی ہیں، دوسرے کے بارہ میں تو کر رہے ہوتے ہیں لیکن اگر اپنے بارہ میں کی جائیں تو ناپسند کرتے ہیں اور پھر جب باتیں ہو رہی ہوتی ہیں تو ایسے بے لاگ تبصرے ہو رہے ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اگر ان کے اپنے بارہ میں یہ پتہ لگ جائے کہ فلاں فلاں مجلس میں ان کے بارہ میں بھی ایسی باتیں ہوئی ہیں تو بُرا لگتا ہے، برداشت نہیں کر سکتے، فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جو باتیں وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے، اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کریں۔جن باتوں کا ذکر اپنے لئے مناسب نہیں سمجھتے کہ مجلسوں میں ہوں، اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کریں کہ اس کا ذکر بھی اس طرح مجلسوں میں نہ ہو‘‘۔

(خطبہ جمعہ 26/ دسمبر 2003ء خطباتِ مسرور صفحہ 566۔567)

رسول اللہ ﷺ نے اس کا نقشہ یوں کھنچا ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے اور اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے غیبت اور چغلیاں کرتے پھرتے ہیں، دوستوں پیاروں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں، نیک لوگوں کو تکلیف، مشقت، فساد، ہلاکت اور گناہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل۔مسند الشامیین جلد 5 صفحہ 268)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہُ نے اس آیت کی تفسیر میں یوں فرمایا:

’’غرض خوب یاد رکھو سوءِظن سے تجسس اور تجسس سے غیبت کی عادت شروع ہوتی ہے۔۔۔اگر ایک شخص روزے بھی رکھتا ہے اور غیبت بھی کرتا ہے تجسس اور نکتہ چینیوں میں مشغول رہتا ہے تو وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔۔۔اب جو غیبت کرتا ہے وہ روزے کیا رکھتا ہے، وہ تو گوشت کے کباب کھاتا ہے اور کباب بھی اپنے مردہ بھائی کے گوشت کے۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حقیقت میں ہی ایسا بد آدمی ہے جو اپنے مردہ بھائی کے کباب کھاتا ہے۔مگر یہ کباب ہر ایک آدمی نہیں کھاسکتا۔ایک صوفی نے کشف میں دیکھا کہ ایک شخص نے کسی کی غیبت کی ہے۔ جب اس کو قے کرائی گئی تو اس کے اندر سے بوٹیاں نکلیں جن میں سے بدبو آتی تھی۔یاد رکھو یہ کہانیاں نہیں، یہ واقعات ہیں۔ جو لوگ بدظنیاں کرتے ہیں جب تک اپنی نسبت بدظنیاں نہیں سن لیتے، نہیں مرتے۔اس لئے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور دردِ دل سے کہتا ہوں کہ غیبتوں کو چھوڑ دوں‘‘۔

(حقائق الفرقان جلد نمبر 4 صفحہ 6،7)

رسول اللہ ﷺ ہمیں ان الفاظ میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیامت کے دن آدمی کے پاس اس کا کھلا ہوا اعمال نامہ لایا جائے گا۔ وہ اس کو پڑھے گا، پھر کہے گا اے میرے رب مَیں نے دنیا میں فلاں فلاں نیک کام کئے تھے وہ تو اس میں نہیں ہیں۔تو اللہ تعالیٰ جواب دے گا کہ لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے وہ نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال سے مٹا دی گئی ہیں۔ (ترغیب و الترھیب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصیحت ہمیں اس طرح ملتی ہے:

’’بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان اُن میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہوجاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے مثلاً گلِہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت بُرا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتاً خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو یہ سب برے کام ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 653-654 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں: ’’فساد اس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنونِ فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔۔بدظنی بہت بُری چیز ہے۔ انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنّی شروع کر دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 375 جدید ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ مومنوں میں محبت، پیار اور بھائی چارہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ حسن ظن سے پیدا ہوتا ہے۔ پس فرمایا کہ بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی گناہ کی طرف لے جاتی ہے، جو نہ صرف انسان کی اپنی ذات

بقیہ صفحہ 7 پر

میرے بچپن کے دن

(ایم خالد، راولپنڈی پاکستان)

بچپن میں ہمیشہ امتحانات کا خوف دامنگیر رہتا تھا۔ ہر سال دسمبر ٹیسٹ کے امتحانات شروع ہوتے ہی یہ خوف اُمڈ آتا تھا مگر اس خوشی کے احساس کی وجہ سے کہ دسمبر کے آخر میں ہم نے دس دنوں کے لئے گھومنے جانا ہے، خوف کا اثر زائل ہوجاتا تھا۔

نتائج سے بے پرواہ ہوکر بس امتحانات میں سے گزر جاتے تھے کہ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ دسمبر میں سب سے بڑا ایونٹ 27، 28 اور 29 دسمبر کو ربوہ میں جلسہ سالانہ کا انعقاد ہوتا تھا۔ ہم خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ساتھ اس میں شرکت کی توفیق پاتے رہتے تھے۔جس کی یاد کی چنگاری اب بھی دل کے نہاں خانوں میں سلگتی رہتی ہے۔

آخری پیپر والے دن امی جان کو ''اچھے پیپر ہونے کا'' دل و جان سے یقین دلاتے تھے اور اس کے بعد شام کو امی جان کے ساتھ مل کر گھر کے سٹور میں رکھی مشہورِ زمانہ ''پیٹی'' کھولتے اور اس میں رکھے بستر بند نکالتے۔ہماری فیملی چونکہ بڑی تھی سو اسی حساب سے بستر بند کا انتظام ہوتا تھا۔ چک لالہ ریلوے اسٹیشن سے دس منٹ کے فاصلے پر ہمارا گھر تھا چنانچہ ٹرین سے ہی ہر سال ہم اس مبارک سفر کا آغاز کرتے۔ اس سفر میں برکتوں اور روحانی مائدہ سے بھرپور جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کے بعد سرگودھا میں اپنے گاؤں سیلانوالی جاتے جہاں دادا جان، دادی جان، تایا جی اور چچا جان جیسے پیارے وجود ہمارے منتظر ہوتے۔ امی ابو پہلے سے ہی خط لکھ کر انہیں عرض کر دیتے تھے کہ ہم نے گوشت نہیں کھانا بلکہ سرسوں کا ساگ اور مکئی کی روٹی کھانی ہے۔

اور پھر آخری دن ہم سلانوالی شہر میں ابو جان کے چار عدد غیر احمدی عزیزوں کے گھر اُن سے ملنے جاتے اور وہیں سے واپسی کے لئے رختِ سفر باندھتے تو وہاں سے نتائج کی فکر سر پر سوار ہو جاتی۔

ابو جان جو کہ ہمیشہ سے ریل کے سفر کے زبردست حامی تھے ہمیں بہت انجوائے کرواتے۔ راستے کے لئے ڈرائی فروٹ اہتمام سے لے کر آتے جبکہ امی جان راستے کے لئے روٹی اور پکوڑے تیار کرتیں ۔ اور ہم بہن بھائی راستے میں بیت بازی کرتے اور پین کاپی وغیرہ لے کر جاتے اور راستے میں مختلف گیمز کھیلتے۔ چائے تو اکثر اوقات ابو جان کے سفر کے دوران بننے والے نئے دوست ہم سب کو پلاتے۔ ماضی کے جھروکوں سے جھانکتی ہوئی یہ تاریخ بھی بہت دلچسپ ہے۔

ابو جان دعوت الی اللہ کا کوئی موقع ہاتھ جانے نہیں دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے محلے میں، آفس میں، دوست احباب میں، غیر از جماعت رشتہ داروں میں اور جماعت میں بھی بے حد سوشل، کارکن اور active رہے ہیں۔

پنڈی سے ربوہ کا سفر تقریباً سات آٹھ گھنٹوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس دوران ابو جان ساتھ سفر کرنے والے اجنبی مسافروں سے دعا سلام کرتے اور قدر مشترک باتوں کے ذریعہ سے اجنبیت کا احساس ختم کر دیتے تھے۔ اسی طرح ملکی حالات ، معاشرتی حالات، اپنی اور ان کی دلچسپیوں اور مشاغل کا ذکر کر کے ان سے بے تکلفی کا ماحول بنا لیتے اور پھر بات چیت کا یہ سلسلہ دعوت الی للہ کا روپ دھار لیتا اور ساتھ ساتھ ان کی مہمان نوازی بھی کرتے جاتے۔ آخر میں ایڈریس کے تبادلے بھی ہوتے اور پھر وہ بصد اصرار اسٹیشن سے چائے پلاتے تھے۔

راستے میں مختلف اسٹیشن سے احمدی فیملیز ٹرین پر سوار ہوتی رہتیں۔ نماز باجماعت کا اہتمام بھی جاری رہتا۔

یوں ایک دلچسپ اور طویل سفر بغیر تھکاوٹ کے اختتام پذیر ائی ہوتا اور ہم مسیح الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در پر پہنچ جاتے۔ اسٹیشن پر خدام موجود ہوتے جو نہایت باوقار طریقے سے میزبانی کے فرائض انجام دیتے ہوئے ہمیں منزلِ مقصود پر پہنچاتے۔ اور ہم بھی اپنا سامان رکھتے ہی ڈیوٹی روم کی طرف دوڑ لگا دیتے کہ ہمیں بھی خدمت کا موقع دیں۔

آخری جلسہ سالانہ جو ربوہ میں منعقد ہوا وہ 1982ء کا تھا۔ مجھے یاد ہے وہ منظر جب جلسہ سالانہ کے آخری دن سٹیج پر سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظم ''دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیوں'' پڑھی گئی تو ہر احمدی مرد و زن کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ کچھ ہونے والا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ اس کا اظہار زبان سے کر رہے تھے اور کچھ خاموش رہ کر زیرِلب دعاؤں سے۔ اس نظم نے سب کو وقت سے پہلے آنے والے وقت کی خبر دے دی تھی۔

غالباً 1983ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اسلام آباد تشریف لائے تھے تو ہمیں شرفِ ملاقات حاصل ہوا تھا جس کی یاد نے ذہن و دل کو اپنے طلسم میں جکڑا ہوا ہے۔

معزز قارئین ! یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب ہم اس روحانی لذت کا حقیقی لطف لیا کرتے تھے۔ ہمارے ملک میں جلسہ سالانہ منعقد ہوتا تھا۔ خلیفہ وقت ہمارے ملک میں ہمارے درمیان رہائش پذیر تھے ۔ ہمارے اور ہمارے محبوب آقا کے کچھ غم مشترکہ ہیں جس کی عکاسی درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

میری ایسی بھی ہے ایک رودادِ غم
دل کے پردے پہ ہے خون سے جو رقم
دل میں وہ بھی ہے ایک گوشۂ محترم
وقف ہے جو غمِ دوستاں کے لئے
یاد آئی جب ان کی گھٹا کی طرح
ذکر ان کا چلا نمی ہوا کی طرح
بجلیاں دل پہ کڑکیں بلا کی طرح
رت بنی خوب آہ و فغاں کے لئے
حبس کیسا ہے میرے وطن میں جہاں
پابہ زنجیر ہیں ساری آزادیاں
ہے فقط اک رستہ جو آزاد ہے
یورشِ سیلِ اشک رواں کے لئے

مالی (MALI) کے مستحق افراد میں کپڑوں کی تقسیم

(رپورٹ: واصف شہزاد)

انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا گیا ہے، اسے تمام جانداروں سے افضل مانا گیا ہے یہ درجہ اور رتبہ اسے تبھی حاصل ہوسکتا ہے جب وہ دوسروں کے تکلیف کا احساس کرے اور اسے دور کرنے کی کوشش کرے ۔ خدمت اور ایثار کا جذبہ ہی انسان کو دوسرے جانداروں سے افضل بناتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو' ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔''(ملفوظات جلد 4 صفحہ 219)

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ مالی جہاں اسلام احمدیت کے حقیقی پیغام کو مالی کے طول عرض میں پہنچانے کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہے وہاں عوم الناس میں خدمت انسانیت کا جذبہ پیدا کرنے لئے بہت سی سرگرمیوں میں بھی مصروف عمل ہے جن میں مختلف ہسپتالوں میں مفت کھانے کی تقسیم، مستحق طالب علموں کے لئے تعلیمی وظائف، غریب اور بیواؤں کی مالی امداد وغیرہ

اسی سلسلہ کی ایک کڑی مستحق بچوں میں عید کے کپڑوں کی تقسیم ہے جماعت احمدیہ مالی غرباء کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنے کے سلسلے میں گذشتہ 8 سال سے مسلسل عیدین کے موقع پر غرباء و یتاما میں کپڑوں کے تحائف تقسیم کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے الحمد للہ علی ذالک

امسال مورخہ 20 جولائی 2020 بروز اتوار ایک تقریب کا انعقاد کی گیا جس میں مالی کے 28 ریجنز کے نمائندگان کے علاوہ بہت سے گورنمنٹ اتھارٹیز جن میں میئر آف N'gabacoro، میئر آف Sangrebgou، نمائندہ کمشنر آف پولیس، اور باماکو میں موجود تین یتیم خانوں کے نمائندگان شامل تھے۔

تقریب کے اختتام پر مکرم امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ مالی نے تمام ریجنز سمیت باماکو میں موجود تین یتیم خانوں کے نمائندگان میں کل 2398 سوٹ تقسیم کیے۔

اس پروگرام کو میڈیا پر خوب پذیرائی ملی، اس کی کاروائی ایک ٹیلی وژن (Renouveau TV)، دو ریڈیو (Radio Ortm2,Radio Klédo) اور 3 اخبارات (L'Essor,L'independent,Le Républican) میں شائع ہوئی۔

☆...☆...☆

افراد جماعت احمدیہ تنزانیہ کا دو ریجنز میں مثالی وقارعمل

(رپورٹ: ڈاکٹر فضل الرحمان بشیر)

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کا پرچار دنیا کے ہر کونہ تک کر رہی ہے۔ جہاں دنیا کا ہر خطہ اس وقت کورونا کی عالمی وبا کا شکار ہے اور اس سے ملحقہ منفی اثرات سے نبرد آزما ہے۔ احمدی مسلمان خلیفہ وقت کی سر براہی میں ہر ملک میں صف اول کی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی حفاظت میں رکھے اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

الحمدللہ افراد جماعت احمدیہ تنزانیہ کو موانزہ (Mwanza) ریجن میں واقع سرکاری ہسپتال (Bohongwa Hospital) کی صفائی ستھرائی کی صورت میں وقار عمل کی توفیق ملی۔ ماہ جون کے اواخر میں محترم احتشام لطیف صاحب ریجنل مبلغ موانزہ ریجن نے ہسپتال انتظامیہ سے رابطہ کر کے ہسپتال میں وقار عمل کا انعقاد کروایا، جس کے تحت افراد جماعت نے ہسپتال کی عمارت کے ساتھ ساتھ ملحقہ راستوں کی صفائی کی۔ مزید برآں ہسپتال انتظامیہ کو جماعت کا تعارف بھی کروایا گیا۔ دوسرے مثالی وقار عمل کے انعقاد کی توفیق افراد جماعت احمدیہ زنزیبار Zanzibar تنزانیہ کو ملی۔ محترم موسیٰ عیسیٰ مشعری صاحب ریجنل مبلغ زنزیبار تنزانیہ کی قیادت میں احباب جماعت نے ایک عوامی جگہ کا انتخاب کر کے رستوں کی صفائی کی اور غیر ضروری جھاڑیاں تلف کیں۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے صفائی کو نصف ایمان کا درجہ دیا گیا ہے۔ ہر احمدی مسلمان نہ صرف اپنی بلکہ اپنے ماحول کی صفائی کا بھی خیال رکھتا ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے کئے گئے ہر عمل کو اپنے وقار میں اضافہ کا باعث گردانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں خلافت کے بابرکت سایہ میں حقیقی خادم اسلام اور محب وطن بنائے آمین۔

جامعۃ المبشرین سیرالیون میں سیمینار

(عبدالہادی قریشی، نمائندہ روزنامہ الفضل لندن، سیرالیون)

مؤرخہ 9/جولائی 2020ء کو جامعۃ المبشرین میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر طلباء کو جادو ٹونے، تعویز گنڈوں اور توہمات کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے کیا گیا۔ پہلی تقریر مولوی حامد علی بنگورا صاحب، استاذ جامعہ نے کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں اس واقعہ کے متعلق بتایا جس میں کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ پر جادو ہوا تھا۔ آپ نے اس ساری بات کی حقیقت طلباء پر واضح کی۔

دوسری تقریر مولوی سلیمان حمزہ کمارا صاحب نے معاشرہ میں رائج بد رسومات کے بارہ میں کی اور بتایا کہ یہ قرآن اور سنت کے خلاف ہیں۔

پروگرام کی آخری تقریر مولوی مبارک احمد محسن صاحب پرنسپل جامعہ نے کی۔ آپ نے طلباء کو نصائح فرمائیں کہ کس طرح اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے ان غیر اسلامی اور غیر اخلاقی طور طریقوں سے خود بھی بچنا ہے اور دوسروں کو بھی بچانا ہے۔

تقاریر کے بعد طلباء کو سوالوں کا موقع فراہم کیا گیا اور اساتذہ نے ان سوالوں کے جواب دئے۔ پروگرام کا اختتام دعا سے ہوا۔

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

بچنا ضروری ہے اور نہ صرف برائیوں سے بچنا ضروری ہے بلکہ نیکیوں میں اور اعلیٰ اخلاق میں ترقی کرنا بھی ضروری ہے اور پھر خدا تعالیٰ سے سچی وفا کا تعلق بھی ضروری ہے۔ یہ چیزیں ہوں گی تو ایک شخص متقی کہلا سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے سچی وفا کیا ہے؟ یہی کہ اُس کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جائے اور حق المقدور خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لایا جائے اور جب یہ حالت ہوگی تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں تقویٰ سے آگے کے قدم کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا۔ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ۔ محسن کا مطلب ہے کسی کو انعام دینا۔ بغیر کسی کی کوشش کے اُس کو نوازنا یا کسی سے اچھا سلوک کرنا۔ ایسے جو نوازنے والے ہوتے ہیں وہ محسن کہلاتے ہیں۔ پھر محسن کا یہ مطلب بھی ہے کہ انسان کا اپنے کام میں کمال درجے کو حاصل کرنا۔ اپنے کام کا اچھا علم حاصل کرنا اور ہر عمل ایسا جو موقع اور محل کے لحاظ سے بہترین ہو۔ گویا محسن دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو دوسروں کے لئے درد رکھتے ہوئے اُن کی خدمت پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی کس مذہب اور فرقے سے تعلق رکھتا ہے، کون کس قوم کا ہے؟ اُس کی خدمت پر مأمور ہیں، کوشش ہوتی ہے کہ ہم انسانیت کی خدمت کریں۔ اور پھر یہ بھی کہ وقت پڑنے پر دوسرے کے کام آ کر اُس کی خدمت میں اس حد تک بڑھ جائیں کہ جس حد تک آسانیاں پیدا کر سکتے ہیں دوسرے کے لئے کی جائیں۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس جذبے کے تحت اُسے انسانیت کی خدمت کرنی چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے احمدی ہیں جو اس جذبے کے تحت خدمت کرتے ہیں، کام کرتے ہیں۔ بیشک وہ محسن تو ہوتے ہیں لیکن احسان جتانے والے نہیں ہوتے۔ محسن وہ نہیں جو احسان کر کے احسان جتائے۔ کیونکہ اگر احسان جتایا تو پھر تقویٰ اور اچھے خُلق کا اظہار نہیں ہوگا۔ تقویٰ تبھی ہے جب احسان کر کے پھر احسان جتایا نہ جائے۔

(خطبہ جمعہ 3/فروری 2012ء)

بقیہ: کہیں ہم اپنے مردہ بھائی کا گوشت تو نہیں کھا رہے؟...... از صفحہ 5

کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو معاشرے کے امن کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ ایک ایسا گناہ جو انسان بعض اوقات اپنی اَنا کی تسکین کے لئے کر رہا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تجسس نہ کرو، تجسس بھی بعض اوقات بدظنی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور جب انسان کسی کے بارہ میں تجسس کر رہا ہوتا ہے اس کے بعد بھی جب پوری معلومات نہیں ملتیں تو جو معلومات ملتی ہیں انہی کو بنیاد بنا کر پھر بدظنّیاں اور بڑھ جاتی ہیں اور بدظنی میں بعض اوقات انسان اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کی حالت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی ہیں، خدمت کرنے والے بھی ہیں اور ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جاہل اجڈ عورتیں بھی نہیں کرتی ہوں گی۔ چھوٹے چھوٹے شکووں کو اتنا زیادہ اپنے اوپر سوار کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی میں اس سے بڑی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ اور اس سے نہ صرف اپنے کاموں میں حرج کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسی سوچوں کے ساتھ اپنی زندگی بھی اجیرن کر رہے ہوتے ہیں بلکہ اِدھر اُدھر باتیں کر کے جس کے خلاف شکوہ ہوتا ہے اس کی زندگی بھی اجیرن کر رہے ہوتے ہیں“۔

(خطبہ جمعہ 5/فروری 2010ء۔ الفضل انٹرنیشنل 26فروری تا4مارچ صفحہ 7)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ

(مرسلہ: احمد جان پیر)

یہ مضمون خاکسار نے اپنے دادا جان مکرم ومحترم پیر عبد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (1924-2010ء) کے پرانے کاغذات سے اخذ کیا ہے جوانہوں نے اپنے والدِ محترم حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ کے متعلق لکھا اور ابھی تک جماعتی لٹریچر کا حصہ نہ بن سکا تھا۔ نقل بمطابق اصل ہے۔ بعض وضاحت طلب باتیں بریکٹ لگا کر لکھ دی گئی ہیں۔ چونکہ یہ مضمون دادا جان نے حضرت پیر افتخار صاحبؓ کی وفات (1951ء) کے بعد خلافت ثانیہ میں لکھا تھا اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوّر اللہ مرقدہ کے ساتھ ایدہ اللہ تعالیٰ مندرج ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین)

پیر صاحب کا تاریخی نام ''افتخار'' اور پورا نام افتخار احمد تھا۔ آپ بمقام لدھیانہ 14 شعبان 1282 ھ بروز سہ شنبہ پیدا ہوئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ شائع فرمائی تو آپ کے والد صاحب حضرت صوفی احمد جان سے حضورؑ کا تعارف ہوا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد پیر صاحب سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

جب حضور اقدسؑ نے بیعت کا اعلان فرمایا، اور آپ کو والد صاحب نے حضور اقدسؑ کی بیعت کے لئے وصیت کی ہوئی تھی اس لئے، آپ تاریخ بیعت کا انتظار بھی نہ کرتے ہوئے حضور اقدسؑ کی خدمت بابرکت میں بطور نذرانہ پانچ روپے اور ایک جائے نماز لیکر حاضر ہوئے (حضورؑ اس وقت آپ کے مکان کے سامنے، مکان کی بیٹھک میں تشریف رکھتے تھے) اور حضورؑ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضورؑ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ ابھی توقف کرو اور پہلے اپنے مریدوں میں تبلیغ کرنے کے لئے کہا۔

باوجود ظاہری بیعت نہ ہونے کے جب آپ نے اپنے مریدوں میں حضورؑ کی بیعت کی تبلیغ شروع کی تو مخالفت کا جوش پھیلنے لگا تاہم آپ نے پروانہ کی اور آپ نے 9 جولائی 1891ء کو بیعتِ ظاہری بھی فرمالی۔ بیعت کے بعد آپ کی مخالفت اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ اگرچہ حضور اقدسؑ نے بیعت کے بعد بھی مریدوں کی بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ''ہماری طرف سے بھی کرلیا کریں'' لیکن آپ نے یہ سلسلہ چھوڑ دیا۔

بیعت کے بعد آپ کے امتحان کا زمانہ شروع ہوگیا۔ آپ کی پرورش بچپن میں بہت ناز ونعمت میں ہوئی تھی۔ محنت مشقت کی عادت نہ تھی۔ پھر بھی آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے ان مشکلات کا سامنا کیا۔ ان دنوں آپ کی مالی حالت اتنی گر گئی کہ فاقوں تک نوبت آ پہنچی۔ آپ کے ان مریدوں نے، جنہوں نے حضور اقدسؑ کی بیعت نہیں کی تھی، آپ کو صراطِ مستقیم سے منحرف کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور ان کے شر سے بچایا۔

آپ کے سمجھانے والوں میں میر عباس علی صاحب بھی تھے جن سے آپ کے تعلقات بہت گہرے تھے۔ وہ آپ کو سمجھاتے وقت حضور اقدسؑ کی شان میں نہایت بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے جس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی۔ آخر آپ نے حضور اقدسؑ کی خدمت میں سب حال لکھ کر پوچھا کہ میں ان حالات میں میر صاحب سے ملا کروں کہ نہ؟ حضور اقدسؑ نے جواب دیا کہ مت ملیں۔ اس کے بعد آپ نے تاعمر میر صاحب کی شکل نہ دیکھی۔

جس کمرہ میں بیعت اولیٰ ہوئی تھی وہ آپ کے لنگر خانہ کا حصہ تھا۔ بیعت کے بعد یہ جگہ مقدس ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ اس حصہ کو مسجد بنا دیا جاوے اور آپ کو فرمایا کہ اس جگہ کو وقف کر دو۔ آپ نے اس خیال سے کہ باقی وارثوں کو اطلاع دے کر میں اس کام کو سرانجام دوں (کچھ توقف کیا) لیکن اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے جانتا تھا کہ باقی وارث بھی اس چیز کو اپنے لئے خوش قسمتی خیال کریں گے، آپ کو دوبارہ فرمایا کہ اس جگہ کو فوراً مسجد کے لئے وقف کریں۔ آپ یہ حکم پا کر فی الفور لنگر خانہ کے صحن میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اذان دے دی۔ بعد میں باقی وارثوں نے بھی اس فیصلہ پر بڑی خوشی سے مہر تصدیق ثبت کی۔

1892ء میں جب لدھیانہ میں مخالفت اپنی حدود سے تجاوز کرتی نظر آئی اور گھر میں تنگی بھی بہت ہو رہی تھی آپ کی والدہ صاحبہ نے مناسب خیال کیا کہ آپ کو لے کر جموں چلی جاویں۔ اتفاقاً آپ کی بیوی بچوں کو حضرت اماں جان اطال اللہ بقاھا اپنے ساتھ قادیان لے گئی ہوئی تھیں۔ آپ والدہ کے ہمراہ اپنی ہمشیرہ کے پاس جموں چلے گئے لیکن آپ کی ہمشیرہ نے زور دیا کہ آپ لدھیانہ میں ہی رہیں۔ آپ نے ہمشیرہ کا کہا تو مان لیا لیکن آپ کا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ پر اس چیز کا بہت اثر ہوا۔ آپ جموں سے لدھیانہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستے میں آپ نے بہت رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ''دنیا نے تجھے دھکا دیا اب تم میرے مہمان ہو'' جس پر آپ بجائے لدھیانہ جانے کے قادیان چلے گئے۔ آپ کی بیوی آپ کی آمد کی اطلاع پا کر حضور اقدسؑ کی خدمت میں گئیں اور حضورؑ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ چھ ماہ تک مسلسل اپنا مہمان بنا کر رکھا۔ آخر چھ ماہ بعد خود جا کر عرض کی کہ حضورؑ اجازت دیں ہم اپنا پکائیں کھائیں۔ حضورؑ نے باقی افراد کی اجازت دی لیکن آپ کے متعلق فرمایا کہ آپ کا کھانا ہمارے ساتھ ہی رہے گا اور اس طرح آپ کے سوا باقی گھر والوں کا کھانا گھر میں پکنے لگا۔

قادیان میں آپ نے سرکاری سکول میں ملازمت کر لی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ان دنوں خورد سال تھے۔ حضور اقدسؑ نے فرمایا کہ ''میاں کو بھی سکول لے جایا کرو'' اور پیر صاحب آپ کو ساتھ سکول لے جاتے۔ ان دنوں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک رویاء میں بشارت دی کہ یہ لڑکا جب بڑا ہوگا تو یہی پسر موعود ہوگا اور یہ کہ تمھیں بھی اس وقت ان سے فائدہ پہنچے گا۔

اندازاً 1898ء میں قریباً پانچ سال رہ کر آپ لدھیانہ تشریف لے گئے اور پھر 1901ء میں حضور اقدس کے بلانے پر قادیان چلے گئے اور پھر واپس نہ گئے۔

8 مارچ 1902ء کو آپ کو چندہ لنگر ومسجد کا حساب دیا گیا جو کہ بعد میں ڈاک کے کام میں تبدیل ہوگیا۔ حضور اقدسؑ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے وقت میں ڈاک کا کام کرتے رہے۔ جنوری 1927ء میں آپ ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔

جب آپ کو چندہ لنگر ومسجد کے کام پر مقرر کیا گیا

بقیہ صفحہ 4 پر

طلوع وغروب آفتاب

11/اگست 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:36	18:53
مدینہ منورہ	04:31	18:59
قادیان	04:21	19:16
ربوہ	04:01	18:56
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:14	20:32